OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

خلافتِ راشدہ میں جذبہِ اجتماعیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مثالی کردار

The Spirit of Collectivism and the Exemplary Character of the Companions (RA) during the Caliphate Rashideen

Muhammad Ahmad
Ph.D Scholar (Islamic Studies) Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology Rahim Yar Khan.
Email: ahmadryk93@gmail.com

Dr. Muhammad Shahid Habib
Assistant Professor (Islamic Studies) Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology Rahim Yar Khan.
Email: shahidh.habib@kfueit.edu.pk

Received on: 02-01-2026 Accepted on: 03-02-2026

Abstract

This article explores the profound concept of Collectivism (Ijtemaiyat) and the pivotal role played by the Sahaba (Companions of the Prophet) in maintaining socio-political harmony during the Rashidun Caliphate. It highlights how Islamic teachings effectively dismantled ancient tribal animosities, replacing them with a "golden chain" of unity that the Sahaba protected at all costs. The paper analyzes several critical historical milestones, including the transition of leadership after the passing of Prophet Muhammad ﷺ, the resolution of the Caliphate at *Saqifah Bani Sa'idah*, the decisive stance against Zakat-deniers, and the standardization of the Quranic script. A significant portion is dedicated to the "Ethics of Disagreement" (Adab-e-Ikhtilaf), illustrating how the Sahaba prioritized truth over ego and collective stability over personal opinion. Furthermore, the exemplary selflessness of Imam Hasan (RA) is presented as a masterclass in conflict resolution, where he abdicated his right to the Caliphate to prevent bloodshed. The study concludes that the true strength of the Muslim Ummah lies not in material resources, but in its internal unity and collective spirit.

Keywords: Rashidun Caliphate, Collectivism, Islamic Unity, Ethics of Disagreement, Sahaba Social Harmony, Conflict Resolution, Imam Hasan’s Peace Treaty, Sovereignty of Truth, Stability of the Ummah

خلافت راشدہ میں اجتماعیت:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین کا اجتماعیت میں کردار بہت روشن نظر آتا ہے۔ اسلام نے عرب کے قدیم بغض و کینہ کو مٹا کر تمام مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کی جس خوبصورت اور سنہری زنجیر میں جکڑ دیا تھا، صحابہ کرام نے حت المقدور کبھی اس کی کڑیوں کو جدا جدا اور الگ الگ نہیں ہونے دیا۔

خلافتِ راشدہ کا پورا دور اس بات کا گواہ ہے کہ صحابہ کرام نے اپنی ذات اور قبائلی شناخت کو اسلام کے وسیع تر مفاد میں بالکل فنا کر دیا تھا۔ ان کے درمیان اگر کبھی رائے کا فرق آیا بھی تو اسے کبھی دلوں کی دوری یا گروہ بندی نہیں بننے دیا گیا، بلکہ ہر موقع پر "سماعت و اطاعت" کے جذبے کو مقدم رکھا گیا۔ کڑے وقتوں اور بڑی مہمات میں وہ ایک جان دو قالب ہو کر کھڑے رہے، جس کی وجہ سے باہمی حسد اور پرانی دشمنیاں قصہ پارینہ بن گئیں۔ ان کی اسی بے غرضی اور مثالی اتحاد نے ایک ایسی بستی کو عالمگیر ریاست میں بدل دیا جہاں انفرادی پسند ناپسند کے بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور جماعت کی سلامتی ہی سب سے بڑی ترجیح تھی۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کہ قبیلہ کے لوگوں نے جب ان کے خون کا بدلہ لینا چاہا تو انہوں نے خود نہایت ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے بارے میں جنگ وجدل نہ کرو میں نے اپنا خون معاف کر دیا، تاکہ اس کے ذریعے سے تم لوگوں میں مصالحت ہو جائے۔ ان کے اصل قاتل حضرت اوس بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ تھے، اس لیے مدت تک ان کو عروہ کے بیٹے حضرت ابو ملیح بن عروی اور ان کے بھتیجے حضرت قارب بن اسود کی طرف سے انتقام لینے کا ڈر لگا رہا، چنانچہ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے اس کی شکایت کی ! تو انہوں نے دونوں صاحبوں کو انتقام سے روکا، اور ان سب کو آپس میں ملا دیا اور سب نے ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ہجویہ اشعار کہنے پر اس قدر سختی اس وجہ سے کی تھی، کہ باہم لوگوں کے اندر اختلاف اور ناچاکی نہ ہو، چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ نے قریش کی ہجو میں جو اشعار خود رسول اللہ کے ارشاد مبارکہ سے کہے تھے: قریش کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد ان کے پڑھنے پر پابندی لگادی، اور ممانعت کر دی، کہ اس وجہ سے پرانی رنجش اور اختلافات تازہ ہوتے ہیں۔ [1]

صحابہ کرام کا آداب اختلاف:

بے شک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اجتماعی ہم آہنگی اور اتحاد برقرار رکھنے کے لیے انتہائی کوشاں رہتے تھے۔ وہ کسی بھی قسم کے اختلافات سے حتی الامکان بچنے کی سعی کرتے، اور اگر کسی معاملے میں کوئی اختلاف واقع ہو جاتا ، تو وہ نرمی اور آدب کے ساتھ اسے کتاب وسنت کی روشنی میں حل کر لیتے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے فوری طور پر سر تسلیم خم کر دیتے، اسے پوری طرح سے مان لیتے اور ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہتے۔

جب کسی معاملے میں اجتہادی گنجائش ہوتی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے نقطہ نظر کی تصدیق فرمادیتے، اور ان کے استنباط کو درست قرار دیتے۔ ہر صحابی کے دل میں یہ بات رہتی کہ ہو سکتا ہے کہ میرے بھائی کی رائے بھی درست ہو، جیسا کہ میں اپنی رائے کو درست سمجھتا ہوں۔ یہی احساس انہیں اپنے بھائی کی رائے کا احترام کرنے اور تعصب سے بچنے کا پابند بناتا۔

وہ اپنے نفسانی خواہشات سے بالاتر ہو کر احتیاط اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرتے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ دونوں فریق کا مقصد صرف اور صرف حق تک پہنچنا ہوتا۔ ان کے نزدیک اس بات کو کوئی importance نہ ہوتی کہ حق کی بات ان کی اپنی زبان سے نکل رہی ہے یا کسی اور کی زبان سے۔

وہ اسلامی آدابِ بحث و گفتگو کا پاس رکھتے، نرمی اور بھلائی کے ساتھ بات کرتے، جارحانہ انداز اور الفاظ سے پرہیز کرتے، اور ہر ایک کی بات توجہ اور نیک نیتی سے سنتے۔ وہ گفتگو میں کڑواہٹ پیدا ہونے سے بچتے اور ایسا ماحول بناتے کہ ہر ایک کی رائے کا احترام برقرار رہے، تاکہ مخالف فریق پر ان کی بات اچھے طریقے سے واضح ہو سکے اور وہ اسے قبول کر سکے۔[2]

وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت صحابہ کرام کے لیے انتہائی کرب اور مصیبت کا لمحہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غم کے اس قدر شدید عالم میں تھے، کہ وہ یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے۔ ان کا اصرار تھا کہ یہ محض منافقین کی پھیلائی ہوئی جھوٹی خبر ہے، حتیٰ کہ انہوں نے دوسروں کو دھمکیاں بھی دیں۔ ایسے نازک موقع پر صحابہ کرام، بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے مسلم امہ کے اتحاد و استحکام اور اجتماعیت کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری سنبھالی۔ انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔[3]

یعنی، "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں ، تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹ جاؤ گے، اور جو کوئی الٹے پاؤں پلٹے گا تو اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اور اللہ عنقریب شکر کرنے والوں کو ان کا صلہ عطا فرمائے گا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ ترجمہ۔ بے شک تمہیں بھی موت آئے گی اور انہیں بھی مرنا ہے۔[4]

یہ آیات سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ خود بھی زمین پر بیٹھ گئے۔ آخر کار انہیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے، اور وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو چکا ہے۔ بعد میں انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلاوت کردہ ان آیات کے بارے میں کہا: "خدا کی قسم! گویا میں نے یہ آیات پہلی بار سنی ہیں۔[5]"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین:

صحابہ کرام کے درمیان اس بات پر بھی اختلاف رائے پیدا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے۔ کچھ کی رائے تھی کہ مسجد نبوی میں دفن کیا جائے، تو کچھ چاہتے تھے کہ آپ کو دیگر صحابہ کے ساتھ دفن کیا جائے۔ ایسے میں پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امت کے اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے فیصلہ کن موقف پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: "ہر نبی کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔" یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بستر کے نیچے قبر بنائی، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تھی۔[6]

خلافت کے معاملے پر اختلاف اور حل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد خلافت کے معاملے پر بھی اختلافات سامنے آئے۔ یہ بحث چلی کہ خلیفہ مہاجرین میں سے ہو گا یا انصار میں سے، ایک ہو گا یا ایک سے زیادہ، اور اس میں کن صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے۔

ابن اسحاق نے کہا:

"کہ انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گرد سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، جبکہ بہت سے مہاجرین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مع اسید بن حضیر بنی عبدالاشہل موجود تھے۔ حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں تھے۔[7] اس موقع پر امت میں بڑے فتنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، جو کہ فطری بات تھی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم المرتبت ہستی کے بعد پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت اور عقیدت تھی، یہاں تک کہ آپ کے وضو کا پانی بھی صحابہ کے ہاتھوں میں سما جاتا تھا۔ آپ کی وفات کا صدمہ اتنا شدید تھا کہ بہت سے صحابی ہوش و حواس کھو بیٹھے۔

لیکن شدید غم اور کرب فراق کے باوجود صحابہ کرام نے یہ آیت مبارکہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ-[8]

کو پڑھا اور اپنے بکھرے ہوئے معاملات کی ترتیب و تنظیم، اسلام کی دعوت کو آگے بڑھانے اور فتنوں کے دروازے بند کرنے کے لیے متحد ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جب انصار اور مہاجرین کے درمیان خلافت کے معاملے پر گفتگو ہوئی، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر اتحاد کی فضا قائم رکھنے کے لیے دانشمندی اور دور اندیشی سے کام لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق، انصار کے خطیب کے بعد جب وہ خود بولنا چاہتے تھے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی حکمت اور فہم کے ساتھ خطاب کیا۔ :"انہوں نے انصار کے فضائل و مناقب کو سراہا، ان کی قربانیوں کو تسلیم کیا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ عرب کے لوگ قریش کے علاوہ کسی اور قبیلے کی قیادت کو قبول نہیں کریں گے۔ اسلام کے عروج اور اسے دنیا میں پھیلانے کے لیے اتحاد اور ایک قریشی قیادت ناگزیر ہے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق یا حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر قریشی صحابہ میں سے کسی ایک کے انتخاب کی تجویز پیش کی اور خود اس عہدے سے کنارہ کشی اختیار کی۔[9]

جب انصار کے ایک دوسرے خطیب نے "کہ ہم میں سے ایک امیر اور تم میں سے ایک امیر" کی تجویز پیش کی تو صورت حال کشیدہ ہونے

لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اس پر میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان سے بیعت کر لی، پھر مہاجرین اور پھر انصار نے بھی بیعت کر لی۔[10]

بیعت کا یہ عمل انتہائی جوش و خروش سے ہوا، حتیٰ کہ اژدھام اتنا زبردست ہوا، کہ انصار کے نامزد خلیفہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا۔[11]

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ جذبات، باہمی محبت اور اللہ اور اس کے رسول کے سچے عشق نے اس اختلاف کو بھی مٹا دیا۔ ان کے دلوں میں کسی قسم کی کدورت یا بغض پیدا نہ ہونے دیا اور مسلمانوں کا اتحاد برقرار رہا، تاکہ پیغامِ حق کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جا سکے۔

مانعین زکوٰۃ سے جنگ:

بے شک مانعین زکوٰۃ سے جنگ، خلافتِ صدیقی کا ایک اہم اور نازک معاملہ تھا۔ اس مسئلے پر صحابہ کرام کے درمیان ابتدائی طور پر اختلافِ رائے پیدا ہوا، لیکن ان کی نیک نیتی، باہمی محبت اور اختلاف کے آداب پر کاربند رہنے کی وجہ سے یہ اختلاف ختم ہو گیا اور امت کی اجتماعیت برقرار رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کچھ نو مسلم قبائل مرتد ہو گئے۔ بعض جھوٹے مدعیانِ نبوت کے پیچھے چل پڑے، تو بعض نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ان کا باطل استدلال یہ تھا، کہ زکوٰۃ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جا سکتی ہے، زکوٰۃ لے کر پاکیزہ کرنے اور دعا دینے کا خطاب خاص طور پر آپ ہی سے تھا۔ کیونکہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔[12]

حالانکہ ہر مسلمان نے آپ سے بیعت کرتے وقت نماز اور زکوٰۃ دونوں کی پابندی کا عہد کیا تھا، اس لیے ان دونوں فرائض میں تفریق کرنا درست نہیں تھا۔

بے شک زکوٰۃ سے انکار کرنے والے یہ بات بھول گئے یا انہوں نے جان بوجھ کر اسے نظر انداز کیا، کہ یہ خطاب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنے والے ہر خلیفہ اور نائب کو بھی شامل ہے۔ یہ خطاب درحقیقت حاکم اور امام المسلمین کی حیثیت سے دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ وصول کرنا، اسے مستحقین تک پہنچانا، معاشرے کی تنظیم و نگرانی کرنا اور حدود قائم رکھنا، جیسے امور ریاست کے داخلی معاملات میں شامل ہیں۔ یہ ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے حکمرانوں اور ان کے نائبین کو منتقل ہوتی رہے گی۔

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے تسلسل اور استحکام کے لیے پر عزم تھے۔ انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا فیصلہ کیا تاکہ وہ توبہ کر کے زکوٰۃ ادا کریں، اور اسلام میں داخل ہو کر اپنے عہد کی پاسداری کریں۔[13]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابتدا میں مانعین زکوٰۃ سے جنگ کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

حدیث پر تھا، جس میں کلمہ گو افراد سے قتال کی ممانعت کی گئی تھی۔

«أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ۔[14]

اَن کا خیال تھا کہ جو لوگ کلمہ پڑھ چکے ہیں، ان کا جان ومال محفوظ ہے۔ تاہم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واضح کیا کہ زکوۃ مال کا حق ہے اور جو اسے روکے گا، اس سے جنگ کی جائے گی۔[15]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کے مضبوط استدلال اور یقین کو دیکھ کر ان کے موقف کو حق پر قرار دیا۔

قرآن پاک کی آیت:

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ۔[16]

(پھر اگر وہ توبہ کر کے نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں) نے بھی زکوۃ کی اہمیت کو واضح کیا۔

اس اختلاف کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال صحابہ نے حدیث کے ظاہری الفاظ (جان ومال کی حفاظت) پر زور دیا، جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث کے ہی ایک حصہ ("الا بحقها" یعنی سوائے حق کے) پر توجہ مرکوز کی اور زکوۃ کو ایک اہم حق قرار دے کر اس کے انکار کو اسلام سے انحراف سمجھا۔ قرآن و حدیث میں نماز اور زکوۃ کا اکٹھا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں تفریق نہیں کی جاسکتی۔ جس طرح نماز کے انکار کو کفر سمجھا جاتا ہے، اسی طرح زکوۃ کے انکار کو بھی ارتداد کی علامت قرار دیا گیا۔[17]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحیح اجتہاد اور مضبوط موقف سے تمام صحابہ کرام متفق ہو گئے۔ اس اتحاد کی بدولت مانعین زکوۃ سے جنگ کر کے ارتداد کے پھیلاؤ کو روکا گیا۔ اگر خلیفہ اول اور دیگر صحابہ کا یہ ثابت قدم موقف نہ ہوتا، تو اسلام کی عظمت و اجتماعیت خطرے میں پڑ سکتی تھی، فتنہ ارتداد پھیل سکتا تھا، اور اسلام محض حرمین تک محدود ہو کر رہ جاتا۔ اس فیصلے نے اسلام کے نظام کو مستحکم کیا اور اس کی بالادستی قائم رہی۔[18]

ایک قرآت پر اتفاق:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے صحابہ کرام اور مسلمانوں کے اجتماعیت کو باقی رکھنے کی غرض سے مصحف عثمانی کے علاوہ جتنے بھی اور مصاحف تھے وہ جلا دیے تھے، تاکہ قرآن کی قرآت کے اختلاف کی وجہ سے مسلمان کسی فتنے اور اختلاف کا شکار نہ ہو، اور تمام مسلمان ایک ہی قرآن پر جمع ہو سکیں۔ اسی کا اثر ہے کہ قرآن مجید میں آج تک کوئی بھی اختلاف نہیں پایا گیا، اور تمام ملت اسلامیہ ایک اور متحد ہے[19]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا روشن اور مثالی کردار:

مسلمانوں کے اجتماعیت کو باقی رکھنے کے لیے اور ان کو اختلاف سے محفوظ رکھنے کے لیے، صلح اور ایثار کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے محبوب نواسہ حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا کردار بہت روشن اور مثالی ہے، مشہور سابق قلم دان حضرت مولانا مفتی سید محمد

سلمان منصور پوری نور اللہ مرقدہ نے کیا خوب لکھا ہے:

''اس سلسلہ میں ہمارے لیے ایک بہت روشن مثال محبوب رسالت ﷺ، جگر گوشہ نبوت، نوجوانان جنت کے سردار، حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی ہے۔ کہ آپ نے جس وقت یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کی آپس کی خون ریزی اجتماعیت کے بغیر نہیں رک سکتی، تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے خلیفہ راشد ہونے کے باوجود اپنے خلافت کے حق سے دستبردار ہو گئے، اور بخوشی اسلامی حکومت سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے سپرد کر کے ہزاروں مسلمانوں کو خونریزی سے بچالیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے صلح کرنے کے بعد حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا: وہ تاریخ انسانی کا ایک بہت یادگار خطبہ کہلائے جانے کے لائق اور قابل ہے۔ آپ نے اللہ تبارک و تعالی کی حمد و ثنا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''اے لوگو سب سے بڑی عقلمندی تقوی اور پرہیزگاری ہے، اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے۔ یہ بات آپ سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے، کہ میرے نانا جان جناب حضرت محمد مصطفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے سے اللہ تبارک و تعالی نے آپ تمام حضرات کو ہدایت کی روشنی سے نوازا، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں سے نکالا، ذلت کے بعد عزتوں سے نوازا، اور اہل ایمان کی قلت کو کثرت سے بدل دیا۔ اور بات یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے میرے اس حق میں نزاع کیا، جس میں ان کا کوئی حق نہ تھا، یعنی خلافت کے دعویدار ہوئے، لیکن میری نظر امت مسلمہ کی صلاح اور فتنہ کو دور کرنے پر ہے، اور آپ لوگوں نے میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کر رکھی ہے، کہ میں جب جس سے صلح کروں تو اس سے آپ کی بھی صلح ہے، اور میں جس سے جنگ کروں، اس سے آپ کی بھی جنگ ہے، چنانچہ اب میں اس بات کو مناسب سمجھتا ہوں، کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے صلح کر لو، اور میرے اور ان کے درمیان جو جنگ چل رہی ہے، اس کو بند کر دو، بس میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، اور میرے خیال میں خونریزی کے مقابلے میں جانوں کا تحفظ اور ان کی حفاظت بہت زیادہ بہتر ہے، اور میرا منشا صرف آپ حضرات کی حفاظت اور بھلائی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ یہ آپ کے لیے کچھ وقت کی آزمائش اور برتنے کا موقع ہو۔[20]

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو باقی رکھنے کے لیے یہ تاریخی صلح فرما کر اپنے نانا جان سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس بشارت کو مکمل کیا: جو آپ نے ایک دن ممبر نبوی ﷺ پر بیٹھ کر حضرت حسن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنائی تھی: کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ تبارک و تعالی اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح فرمائیں گے۔[21]

وقت آنے پر صلح کرنا اور محاذ آرائی اور مقابلہ سے بڑھ کر ہمت کا کام ہے، خاص کر اس وقت جب کہ صلح پر آمادہ دونوں فریق بجائے خود طاقتور ہوں، تو اس وقت دوسرے کو صلح کی پیشکش کرنا بڑے دل گردہ کی بات ہے۔ کیونکہ آدمی کے ارد گرد لگے ہوئے خود غرض اور مفاد پرست

لوگ سب سے زیادہ صلح میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اگر آدمی جواں ہمت نہ ہو تو آپس میں مفاہمت کی راہ ہر گز نہیں کھل سکتی، صرف متعلقہ فریق کی بلند ہمتی صلح کے راستہ کو سہل اور آسان کر دیتی ہے کر سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی یہی صورتحال پیش آئی، کہ صلح کے وقت آپ کے حامیوں کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے ارد گرد جمع تھی، وہ سب جنگ لڑنے کے لیے پر عزم اور پر جوش تھے، مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حامیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، حتیٰ کہ اپنے برادر محترم سیدنا حضرت حسین کی رائے کے علی الرغم صلح کو اختیار فرمایا، اس صلح پر آپ رضی اللہ عنہ کو بہت سے طعنے بھی سننے پڑے۔ چنانچہ جس وقت آپ صلح کے بعد کوفہ میں داخل ہوئے، تو ایک شخص نے معاذ اللہ آپ کو "یا مذل المومنین" (مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا) کہہ کر پکار، تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: "کہ میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنی حکومت کے لیے مسلمانوں کی خون ریزی کا سبب بنو،،

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینۃ المنورہ کی طرف روانہ ہوئے، تو راستے میں جا بجا موجود قبائل کے لوگوں نے صلح کی بنیاد پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت تنقید کی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنے فیصلے پر پورے شرح صدر کے ساتھ مطمئن رہے، اور کسی قسم کی شرمندگی یا ندامت کا احساس نہیں فرمایا، بلکہ مسلمانوں کی اجتماعیت پر خوشی اور مسرت کا اظہار فرماتے رہے۔[22]

بعض روایات میں ہے، کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "عارالمومنین" کا طعنہ دیا گیا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: "العار خیر من النار" دنیا کی عار (بے عزتی) جہنم سے بہتر ہے، الغرض تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے، کہ اس حال کی بدولت مسلمانوں کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے بڑے بڑے فتنے لمحوں میں ختم ہو جاتے ہیں، اس لیے جب بھی اجتماعی زندگی میں ایسے نازک موڑ آئیں، تو ہر شخص کو حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے اجتماعیت برقرار رہے۔[23]

تمام ملت اسلامیہ ایک اور متحد ہے، تاریخ اسلامیہ میں اتحاد اور یکجہتی کا اتنا زیادہ اہتمام اس وجہ سے کیا گیا ہے، کہ اتحاد ہی مسلمانوں کی سب سے بڑی قوت اور طاقت ہے۔ اس میں بارود اور ایٹم بم سے بھی زیادہ قوت اور طاقت ہے۔ اگر افراد کی بہت زیادہ کثرت ہو، مگر ان میں اختلاف و انتشار ہو، تو کثرت کے باوجود ان کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں، اور اگر افراد کہیں کم ہوں اور باہم اتحاد ہو تو اقلیت کے باوجود ان کی طاقت بہت زیادہ ہوگی۔ اسی لیے کہا گیا ہے، کہ متحدہ اقلیت، منتشر اکثریت سے کئی ہزار گنا زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح جہاں اتحاد ہو، وہاں ظاہری اسباب و وسائل کے فقدان کی کمی کے باوجود دنیا پر اس کا رعب اور دبدبہ ہوگا، اور بڑی بڑی قوتیں اور طاقتیں اس قوم کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتیں۔ اور جس قوم کے پاس معدنی وسائل اور طاقت بہت زیادہ ہو، لیکن اندرونی طور پر وہ اختلاف اور خلفشار کا شکار ہو، تو وہ ساری طاقت رکھنے کے باوجود بھی کمزور ہے اس سے کوئی ڈرنے والا نہیں ہوگا۔

حوالہ جات

[1] سیر الصحابہ –مولانا عبدالسلام ندوی، دار الاشاعت، کراچی (2004ء)۔جلد 5، حصہ دوم، ص 418۔

[2] ڈاکٹر طه جابر العلوانی، اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب، ص 48۔

[3] سورہ آل عمران ۔آیت نمبر144

[4] سورہ الزمر آیت نمبر۔30

[5] ابن کثیر ، المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774هـ)۔ المحقق: سامي بن محمد سلامة۔ الكتاب: تفسير القرآن العظيم ابن کثیر ۔ الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع۔ الطبعة: الثانية 1420هـ - 1999 م۔ عدد الأجزاءج 2، ص 129،۔۔سیرت ابن ھشام۔ج2۔ص655۔656۔مکتبہ شاملہ

[6] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ ج 2، ص 663، مکتبہ شاملہ۔

[7] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ ج 2، ص 656، مکتبہ شاملہ۔

[8] سورہ آل عمران ۔آیت نمبر144

[9] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ ج 2، ص 660,657، مکتبہ شاملہ۔

[10] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ ج 2، ص 660,657، مکتبہ شاملہ۔

[11] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ ج 2، ص 660, ، مکتبہ شاملہ۔

[12] سورہ توبہ آیت نمبر 103

[13] فتح الباري شرح صحيح البخاري۔المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379ج 3، مکتبہ شاملہ۔

[14] النيسابوري ، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري (المتوفى: 261هـ)۔ المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي۔ صحيح مسلم 1986۔۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔ عدد الأجزاء: 5۔ مکتبہ شاملہ۔جلد 1، صفحہ 53 (مکتبہ شاملہ)۔

[15] فتح الباري شرح صحيح البخاري۔المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي الناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379ج 3، مکتبہ شاملہ

[16]۔سورہ توبہ آیت نمبر۔11

[17] الشوكاني، المؤلف: محمد بن علي بن محمد بن عبد الله اليمني (المتوفى: 1250هـ). تحقيق: عصام الدين الصبابطي۔ الكتاب: نيل الأوطار. الناشر: دار الحديث، مصر. الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م. عدد الأجزاء: [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع]ج 4، ص 143-145، مکتبہ شاملہ۔

[18] البداية والنهاية –ابن کثیر۔ تحقيق: عبد الله بن عبد المحسن ترکی، دار ہجر (1997ء)۔ج 6، ص 311، مکتبہ شاملہ۔

[19] مناهل العرفان في علوم القرآن –محمد عبد العظيم زرقانی۔ مطبعه عیسی البابی الحلبی۔
ج 1، ص 261، مکتبہ شاملہ۔

[20] الصواعق المحرقة على اهل الرفض والضلال والزندقه –ابن حجر ہیتمی (المتوفی: 974ھ)۔ مؤسسة الرسالة، لبنان (1997ء)۔، ج 1، ص 397-403، مکتبہ شاملہ۔

[21]البخاري، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي۔ المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر۔الكتاب: الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح الربخاي ۔ الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي) الطبعة: الأولى، 1422ھ۔ عدد الأجزاء: 9جلد 9، صفحه 56 (مكتبه شامله)۔۔، البداية والنهاية-ج6۔219، الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة-ج1۔ص۔403۔مكتبه شامله

[22] البداية والنهاية –ابن کثیر۔ تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی، دار ہجر (1997ء)۔ج 8، ص 219؛

[23] البداية والنهاية –ابن کثیر۔ تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی، دار ہجر (1997ء)۔ج 8، ص 41؛

References

1. Siyar al-Sahaba – Maulana Abdul Salam Nadwi, Dar al-Isha’at, Karachi (2004). Volume 5, Part 2, p. 418.
2. Dr. Taha Jabir al-Alwani, Islam in Differences: Principles and Etiquette, p. 48.
3. Surah Al-Imran, Verse 144
4. Surah Al-Zumar, Verse 30
5. Ibn Kathir, Author: Abu al-Fida’ Ismail ibn Umar ibn Kathir al-Qurashi al-Basri al-Dimashqi (d. 774 AH). Editor: Sami ibn Muhammad Salamah. Book: Tafsir al-Qur’an al-Azim Ibn Kathir. Publisher: Dar Tayyiba for Publishing and Distribution. Edition: Second, 1420 AH - 1999 CE. Number of parts, vol. 2, p. 129, Sirat Ibn Hisham, vol. 2, p. 655, 656. A comprehensive library
6. Biography of the Prophet - Ibn Hisham (died: 213 AH) Verified by: Mustafa Al-Saqqa, Mustafa Al-Babi Al-Halabi Press, Egypt (1375). Part 2, p. 663, Shamil Library.
7. Biography of the Prophet - Ibn Hisham (died: 213 AH) Verified by: Mustafa Al-Saqqa, Mustafa Al-Babi Al-Halabi Press, Egypt (1375). Part 2, p. 656, Shamil Library.
8. Surah Al Imran, Verse No. 144
9. Biography of the Prophet - Ibn Hisham (died: 213 AH) Verified by: Mustafa Al-Saqqa, Mustafa Al-Babi Al-Halabi Press, Egypt (1375). Part 2, pp. 660,657, Shamil Library.
10. Biography of the Prophet - Ibn Hisham (died: 213 AH) Verified by: Mustafa Al-Saqqa, Mustafa Al-Babi Al-Halabi Press, Egypt (1375). Part 2, pp. 660,657, Shamil Library.
11. Biography of the Prophet - Ibn Hisham (died: 213 AH) Verified by: Mustafa Al-Saqqa, Mustafa Al-Babi Al-Halabi Press, Egypt (1375). Volume 2, page 660, Shamela Library.
12. Surah Al-Tawbah, verse 103
13. Fath al-Bari, Commentary on Sahih al-Bukhari. Author: Ahmad ibn Ali ibn Hajar Abu al-Fadl al-Asqalani al-Shafi'i. Publisher: Dar al-Ma'rifah - Beirut, 1379 AH. Volume 3, Shamela Library.
14. Al-Nisaburi, Author: Muslim ibn al-Hajjaj Abu al-Hasan al-Qushayri (d. 261 AH). Editor: Muhammad Fuad Abd al-Baqi. Sahih Muslim 1986. Publisher: Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi - Beirut. Number of volumes: 5. Shamela Library. Volume 1, page 53 (Shamela Library). Fath al-Bari, Commentary on Sahih al-Bukhari. Author: Ahmad ibn Ali ibn Hajar Abu al-Fadl al-Asqalani al-Shafi'i. Publisher: Dar al-Ma'rifah - Beirut, 1379 AH. Vol. 3, Maktabat Shamilah.
15. Surah Al-Tawbah, Verse 11.
16. Al-Shawkani, Author: Muhammad ibn Ali ibn Muhammad ibn Abdullah al-Yamani (d. 1250 AH). Edited by: Issam al-Din al-Sababti. Book: Nayl al-Awtar. Publisher: Dar al-Hadith, Egypt. Edition: First, 1413 AH - 1993 CE. Number of Volumes: [Book numbering matches the printed edition] Vol. 4, pp. 143-145, Maktabat Shamilah.
17. Al-Bidayah wa al-Nihayah - Ibn Kathir. Edited by: Abdullah ibn Abdul-Muhsin Turki, Dar Hajar (1997 CE). Vol. 6, p. 311, Maktabat Shamilah.

18. Manahil al-Irfan fi Ulum al-Qur'an – Muhammad Abd al-Azim Zarqani. Isa al-Babi al-Halabi Press.
19. Vol. 1, p. 261, Maktabat Shamilah.
20. Al-Sawa'iq al-Muhriqa 'ala Ahl al-Rafd wa al-Dalal wa al-Zandaqa – Ibn Hajar al-Haytami (d. 974 AH). Al-Risalah Foundation, Lebanon (1997 CE). Vol. 1, pp. 397-403, Maktabat Shamilah.
21. Al-Bukhari, Author: Muhammad ibn Ismail Abu Abdullah al-Ju'fi. Editor: Muhammad Zuhair ibn Nasir al-Nasir. Book: Al-Jami' al-Musnad al-Sahih al-Mukhtasar min Umur Rasul Allah (peace and blessings be upon him) wa Sunanihi wa Ayyamihi = Sahih al-Rabkhai. Publisher: Dar Tawq al-Najat (reprinted from al-Sultaniyyah with the addition of Muhammad Fuad Abd al-Baqi's numbering). Edition: First, 1422 AH. Number of parts: 9, Volume 9, page 56 (Shamela Library). Al-Bidaya wa'l-Nihaya, Vol. 6, p. 219; As-Sawa'iq al-Muhriqa 'ala Ahl al-Rafd wa'l-Dalal wa'l-Zandaqa, Vol. 1, p. 403 (Shamela Library).
22. Al-Bidaya wa'l-Nihaya – Ibn Kathir. Edited by: Abdullah ibn Abdul-Muhsin Turki, Dar Hajar (1997). Vol. 8, p. 219;
23. Al-Bidaya wa'l-Nihaya – Ibn Kathir. Edited by: Abdullah ibn Abdul-Muhsin Turki, Dar Hajar (1997). Vol. 8, p. 41;